سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۶۶

دین پر استقامت کا راز

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ٦٦

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : دین پر استقامت کا راز

واعظ : عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخِ وعظ : ۱۵/ ذی الحجہ ۱۴۲۰ھ مطابق ۱۳/ اپریل ۱۹۹۹ء بروز منگل

مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مقام : مسجد اشرف خانقاہ امدادیہ، اشرفیہ

تاریخ اشاعت : ۲/ شعبان المعظم ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۱/ مئی ۲۰۱۵ء بروز جمعرات

زیرِاہتمام : شعبہ نشرواشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی
پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051
ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمد للہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشرواشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہوکر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہوسکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشرواشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

دین پر استقامت کاراز

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاعْفُ عَنَّا ۗ وَاغْفِرْ لَنَا ۗ وَارْحَمْنَا ۗ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ ﴿۲۸۶﴾[۱] وَقَالَ تَعَالٰی: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾[۲]

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے میرے دل میں ایک خاص داعیہ غیبیہ پیدا فرمایا ہے اور اسی تقاضائے غیبیہ سے اس وقت کلام اللہ کی دو آیتوں کی تفسیر کررہا ہوں، جس کی آئے دن ہمیں ضرورت پڑتی رہتی ہے اور ہم آئے دن اسے مانگتے بھی رہتے ہیں، مگر ان کے مطالبِ مُفصّلہ سے اور ان کے مفاہیمِ مُفَصّلہ سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے لذتِ مناجات سے کما حقہٗ مستفید نہیں ہوتے، لہٰذا پہلے رَبَّنَآ اٰتِنَا کی تفسیر بیان کرتا ہوں۔

قرآنی دُعاؤں میں لفظِ ربّ نازل ہونے کاراز

اللہ تعالیٰ نے اکثر دُعاؤں میں ربّ کا لفظ نازل فرمایا ہے، اس میں کیا راز ہے؟ دیکھو! جیسے انسان اپنے ابّا کو مخاطب کرکے کہتا ہے کہ ابّا میرا یہ کام کردیجیے یا ابّا ہم کو فلاں چیز دے دیجیے، تو ابّا کو ابّا کہہ کر مخاطب کرنے میں کچھ اور ہی مزہ ہے۔ اگر ابّا نہ کہے، ابّا کہے بغیر مانگے کہ بس دس روپے دے دیجیے یا میرے پاس گھڑی نہیں مجھے ایک گھڑی عطا فرمادیجیے اور ابّا نہ

[۱] البقرۃ:۲۸۶

[۲] البقرۃ:۲۰۱

کہے، تو اس مانگنے میں اور ابّا کہہ کر مانگنے میں زمین آسمان کا فرق ہو گا۔ اِسی طرح اللہ تعالیٰ نے بھی رَبَّنَآ کہلایا کہ کہو اے ہمارے پالنے والے! جب آپ ہمارے پالنے والے ہیں تو ہماری ضروریاتِ کفالت بھی فضلاً واحساناً آپ ہی کے ذمہ ہے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ پر قرضہ نہیں ہے، اللہ سے دُعا مانگنا، ان کے دربار میں محض درخواست پیش کرنا ہے، قانوناً ہمارا کوئی حق اللہ تعالیٰ پر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جو دعا جو درخواست قبول فرماتے ہیں، وہ محض اپنے فضل و کرم سے قبول فرماتے ہیں، دعا قبول فرمانا ان کے ذمہ واجب نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللهِ رِزْقُهَا[۳]

ہر جاندار کا رزق اللہ کے ذمہ ہے۔ عَلٰی آتا ہے لزوم اور وجوب کے لیے، مگر مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ وجوب بھی احسانی اور تفضُّلی ہے، ضابطے کا نہیں ہے۔

تفسیر آیت رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا الخ

اللہ تعالیٰ نے اپنی عنایات کو جو ہم پر واجب فرمایا، تو اس کا نام وجوبِ تفضُّلی اور وجوبِ احسانی اس لیے ہے کہ استقامت اور ایمان پر موت اور جنت کا ملنا اللہ تعالیٰ کے ہبہ پر ہے، ہم اپنے اعمال کے زور سے اس کو نہیں پاسکتے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے سکھایا کہ یوں کہو رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا اے ہمارے پالنے والے! ہمارے دل کو ازاغت سے یعنی ٹیڑھا ہونے سے بچایئے، کیوں کہ جب دل ٹیڑھا ہو گا تو جسم کے ہر عضو سے گناہ شروع ہو جائیں گے، کیوں کہ دل بادشاہ ہے اور اعضا اس کے تابع ہیں۔ یہاں عدمِ ازاغت سے مراد استقامت ہے، کیوں کہ

اَلْاَشْيَاءُ تُعْرَفُ بِاَضْدَادِهَا

ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے

دن کی پہچان رات سے ہوتی ہے اور رات کی پہچان دن سے ہوتی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ازاغت سے استقامت کی پہچان کرائی، کیوں کہ استقامت کی ضد ازاغت ہے، لہٰذا جب دل ٹیڑھا نہیں ہو گا تو مستقیم رہے گا۔ معلوم ہوا کہ عدمِ ازاغت ہی استقامت ہے۔ لَا تُزِغْ

[۳] ھود:۶

کے معنٰی ہیں کہ ہمارے دل کو ٹیڑھا نہ ہونے دیجیے یعنی ہمیں استقامت عطا فرمائیے بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا بعد اس نعمت کے کہ آپ نے ہم کو ہدایت سے نوازا تو پھر اب دوبارہ گمراہی سے بچائیے وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اور ہمیں ایک خاص رحمت ہبہ کر دیجیے۔ مگر ہبہ میں اور رحمت میں فصل کیوں فرمایا؟ ہبہ کے بعد فوراً رحمت کا لفظ نازل نہیں فرمایا بلکہ موہوب، واہب اور نعمتِ ہبہ میں تین الفاظ سے فاصلہ کر دیا، ایک لَنَا، دوسرا مِنْ اور تیسرا لَدُنْكَ پھر رَحْمَةً کی نعمت کو بیان فرمایا تاکہ میرے بندوں کو شوق پیدا ہو جائے کہ وہ کیا چیز ہے جو اللہ تعالیٰ بندوں سے منگوانا چاہ رہے ہیں؟ جیسے ابا بچے کو لڈو دکھائے اور ذرا اُونچا کر لے تو بچہ اشتیاق کے مارے اُچھلنے لگتا ہے، تو اِشْتِيَاقًا لِقُلُوْبِ الْعِبَادِ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے دل میں شوق پیدا کرنے کے لیے فاصلہ فرما دیا۔ یہاں رحمت سے کیا مراد ہے؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں فرماتے ہیں:

اَلْمُرَادُ بِالرَّحْمَةِ الْاِنْعَامُ الْمَخْصُوْصُ وَهُوَ التَّوْفِيْقُ لِلثَّبَاتِ عَلَى الْحَقِّ[۴]

یہاں رحمت سے مراد عام رحمت نہیں ہے۔ روٹی، بوٹی، لنگوٹی کی نعمت نہیں ہے، بلکہ یہاں مراد خاص رحمت ہے اور وہ دین پر ثابت قدم رہنے کی توفیق ہے جس کو استقامت کہتے ہیں۔ پس یہاں رحمت سے مراد استقامت ہے اور استقامت کی نعمت جس کو عطا ہو گی اس کا خاتمہ بھی ان شاء اللہ تعالیٰ ایمان پر ہو گا، کیوں کہ جو سیدھے راستے پر جا رہا ہے وہ منزل پر پہنچ جائے گا اور اس کی دلیل کیا ہے کہ یہ عدمِ ازاغت سے شروع ہوا؟ اُس کے بعد ہدایت ملنے پر اظہارِ تشکر سکھایا، آخر میں رحمتِ خاصہ کا سوال ہوا۔ پس سیاق وسباق بتاتے ہیں کہ یہاں رحمت سے مراد استقامت ہے۔ دوستو! تائب کا شعر ہے ؎

ہماری آہ و فغاں یوں ہی بے سبب تو نہیں
ہمارے زخم سیاق و سباق رکھتے ہیں

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے لفظ ہبہ نازل فرما کر اپنے بندوں کو ایک عظیم تعلیم عطا فرمائی کہ نعمتِ استقامت، حسنِ خاتمہ اور جنت اپنے اعمال سے نہیں پا سکتے، لہٰذا

---

[۴] روح المعانی: ج:۳/۹۰، اٰل عمرٰن (۸)، دار احیاء التراث، بیروت

ہم سے ہبہ مانگو اور ہبہ میں کوئی معاوضہ نہیں دینا پڑتا، ہبہ میں یہ شرط نہیں ہے کہ تم میرے پاس اپنے اعمال اعلیٰ درجہ کے پیش کرو تب میں تمہیں استقامت دوں گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ میرے بندے میری عظمتِ غیر محدود کا حق اپنی محدود طاقتوں سے ادا نہیں کر سکتے، اسی لیے وہ ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں اور معافی مانگتے رہتے ہیں۔ عبادت سے زیادہ استغفار کرتے ہیں کہ ہم سے اللہ تعالیٰ کی عظمتِ غیر محدود کا حق ادا نہیں ہو سکتا، اس لیے لفظِ ہبہ نازل فرمایا کہ تم ہم سے یہ رحمتِ ہبہ مانگو، کیوں کہ اس رحمت کا تم کوئی معاوضہ ادا نہیں کر سکتے۔ پس نعمتِ استقامت اور عدمِ ازاغت یعنی دل کا ٹیڑھا نہ ہونا جس کے بدلے میں دائمی جنت ملے گی، یہ تمام نعمتیں قانوناً تم نہیں پاسکتے، کیوں کہ قانوناً تم اس کے حق دار نہیں ہو سکتے، مثلاً اگر تم نے ساٹھ (۶۰) برس کی عبادت کی ہے تو ساٹھ برس تک تم جنت کے حقدار ہو سکتے ہو۔ ساٹھ برس کی عبادت سے دائمی جنت کا قانوناً کہاں حق بنتا ہے؟ لہٰذا ہم سے ہبہ یعنی بخشش مانگو، کیوں کہ ہبہ اور بخشش بلا معاوضہ ہوتی ہے؟

وَهَبۡ لَنَا مِنۡ لَّدُنۡكَ رَحۡمَةً

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ خاص رحمت استقامت اور حسن خاتمہ کی جس کا ثمرہ جنت ہے ذٰلِكَ تَفَضُّلٌ مَحۡضٌ مِنۡ غَيۡرِ شَائِبَةِ وُجُوۡبٍ عَلَيۡهِ عَزَّ شَأۡنُهٗ[۵] یہ محض فضل سے پاؤ گے، اس لیے وجوب کا شائبہ بھی نہ لانا کہ اللہ تعالیٰ کے ذمہ اس کا دینا واجب ہے، اسی لیے ہبہ سے مانگنے کا حکم ہو رہا ہے کہ یہ رحمت تم اپنی عبادتوں سے نہیں پاسکتے، یہ محض ان کی بخشش اور بھیک ہو گی، اس لیے بھکاری بن کر مانگو، کیوں کہ اَنۡتُمُ الۡفُقَرَآءُ[۶] تم تو اللہ کے رجسٹرڈ فقیر ہو۔

میرے شیخ مرشد حضرت شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اس دُعا کے بعد اِنَّكَ اَنۡتَ الۡوَهَّابُ[۷] جو ہے یہ کیوں ہے؟ گویا بندے سوال کر رہے ہیں کہ ہم لوگ جو آپ سے ہبہ مانگتے ہیں تو سارا عالم ہی آپ سے ہبہ مانگ رہا ہے، آپ کتنا دیں گے؟

[۵] روح المعانی: ج:۳/۹۰، اٰل عمرٰن (۸)، دار احیاء التراث، بیروت
[۶] فاطر:۱۵
[۷] اٰلِ عمرٰن:۸

فرماتے ہیں کہ میں واھب نہیں ہوں وھّاب ہوں، کثیر الھبۃ ہوں، سارے عالم کو ہبہ دے دوں پھر بھی میرے خزانے میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوگی۔ میرے شیخ نے تفسیر روح المعانی نہیں دیکھی تھی، مگر جس مبدءِ فیاض سے علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ تفسیر عطا ہوئی اسی مبدءِ فیاض سے وہ قیامت تک اپنے خاص بندوں کو عطا فرماتے رہیں گے۔

جو آسکتا نہیں وہم و گماں میں
اسے کیا پاسکیں لفظ و معانی

کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے
مجھے خود کر دیا روح المعانی

تو میرے شیخ کے علوم کے ساتھ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی تائید دیکھیے، فرماتے ہیں اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ معرضِ تعلیل میں ہے، اَیْ لِاَنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ سارا عالَم آپ سے ہبہ اس لیے مانگتا ہے کہ آپ بہت بڑے داتا ہیں، ہم فقیروں کا بہت بڑے داتا سے پالا پڑا ہے، تو اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ میں اللہ تعالیٰ نے ہبہ مانگنے کے حکم کی علت بیان فرمائی کہ تم ہبہ مانگنے سے گھبراؤ مت، کیوں کہ میں بہت بڑا وہاب ہوں اِنَّكَ خالی خبر نہیں ہے معنیٰ میں لِاَنَّكَ کے ہے یعنی ہم آپ سے ہبہ اس لیے مانگتے ہیں کیوں کہ آپ بہت بڑے داتا ہیں۔

سِیْمَا کی تفسیر

میرے شیخ حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ پر علوم وارد ہوتے تھے۔ حضرت کو خاص طور سے آخر عمر میں عبادت و تلاوت ہی سے فرصت نہیں ملتی تھی کہ کوئی کتاب دیکھیں۔ ایک دفعہ فرمایا کہ سِیْمَا کی تفسیر کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام کے چہروں پر راتوں کی عبادتوں سے ایک خاص نور ہے، پھر فرمایا کہ آخر یہ نور کیوں ہے؟ بات یہ ہے کہ راتوں کی عبادات سے اُن کا قلب انوار سے بھر کر چھلکنے لگتا ہے تو چہرے پر جھلکنے لگتا ہے۔ آہ! میرے شیخ نے یہ تفسیر بلا دیکھے فرمائی کہ جب صحابہ کی خلوتوں کی عبادات سے ان کے دل میں نور بھر جاتا ہے، تو جیسے پیالہ بھر جاتا ہے تو چھلک جاتا ہے، اسی طرح جب صحابہ کا

دل نور سے بھر جاتا ہے تو چھلکنے لگتا ہے اور پھر چہروں سے جھلکنے لگتا ہے اور آنکھوں سے ٹپکنے لگتا ہے۔ یہ بات میں نے اپنے شیخ سے پھولپور میں سنی تھی، مگر جب یہاں تفسیر روح المعانی دیکھی تو اس میں بھی بعینہٖ وہی مضمون تھا جو میرے شیخ نے بغیر روح المعانی دیکھے فرمایا تھا کہ سِیْمَا کیا ہے؟ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

هُوَ نُوْرٌ يَّظْهَرُ عَلَى الْعَابِدِيْنَ

سیما ایک نور ہے جو عبادت کرنے والوں کے چہرے پر ظاہر ہوتا ہے، مگر یہ نور آتا کہاں سے ہے؟

يَبْدُوْ مِنْ بَاطِنِهِمْ عَلٰى ظَاهِرِهِمْ[۸]

وہ باطن کا نور ہوتا ہے جو اُن کے جسم پر ظاہر ہونے لگتا ہے۔

جب دل نور سے بھر جاتا ہے تو وہ نور چھلکنے لگتا ہے اور ان کے چہروں سے جھلکنے لگتا ہے، اس لیے میں کہتا ہوں کہ چہرہ ترجمانِ قلب ہے، اگر قلب میں مولیٰ ہے تو چہرہ ترجمان تجلیاتِ مولیٰ ہے اور اگر قلب میں معشوق یا معشوقہ ہے، تو اس کا قلب ترجمانِ مقاعد الرجال یا ترجمانِ فروج النساء ہوتا ہے۔ کٹا پھٹا منحوس چہرہ ہوتا ہے کٹی پھٹی بندر گاہ کی طرح، کیوں کہ بندروں جیسا کام کرتا ہے، ایسا شخص نہ تو قسمت کا سکندر ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ کا قلندر ہوتا ہے بلکہ نفس کا بندر ہوتا ہے۔

کمیتِ علمیہ اور کیفیتِ احسانیہ کا فرق

اِس لیے کسی عالِم میں خالی یہ مت دیکھو کہ وہ بہت بڑا علم کا سمندر ہے، بلکہ یہ دیکھو کہ قلندر بھی ہے یا نہیں؟ اور قلندر وہی ہوتا ہے جو ایک زمانہ تک کسی قلندر کا غلام یا خادم رہا ہو، کتب بینی سے کوئی قلندر نہیں بنتا، قلندر بنتا ہے قلندر کی خدمت اور صحبت سے، جیسے دیسی آم لنگڑا آم بنتا ہے لنگڑے آم کی قلم سے، کتاب پڑھ کے کوئی دیسی آم لنگڑا آم نہیں بنتا۔ اس لیے بعضوں کا ایک لاکھ مرتبہ اَللہ، اَللہ کہنا کسی درد بھرے دل کے ایک بار اللہ کہنے کے برابر نہیں ہوتا۔ اللہ کے خاص بندوں کا آہ کے ساتھ ایک مرتبہ اللہ کہنا سارے عالَم کے اللہ کہنے

۸؎ روح المعانی:۲۶/۱۲۵، الفتح (۲۹)، دار احیاء التراث، بیروت

سے فوق تر ہوتا ہے، کیوں کہ اس میں درد اور رس زیادہ ہوتا ہے، جیسے جہاز کے منزل تک جلد پہنچنے کی وجہ اس کی اسٹیم ہوتی ہے کمیت نہیں، اس کی کمیت تو ریل سے بھی کمتر ہے، تو اللہ تعالیٰ کے خاص اور مقبول بندوں کی صحبت سے محبت کی اسٹیم تیز کردی جاتی ہے، اس لیے ان کی دو رکعت دوسروں کی ایک لاکھ رکعات کے برابر ہو جاتی ہیں، لہٰذا جب اللہ والوں کے پاس بیٹھو تو کمیاتِ علمیہ کی نیت مت کرو، کیفیاتِ احسانیہ کی نیت کرو کہ ان کے سینے میں جو درد بھرا دل ہے وہ درد ہمارے سینوں میں آجائے تاکہ ہمارا سجدہ سجدہ ہو جائے، ہماری آہ آہ ہو جائے، ہمارے آنسو آنسو ہو جائیں۔ مناجات کی لذت اور اللہ تعالیٰ پر فدا ہونے کی کیفیتِ قائمہ ودائمہ حاصل ہو جائے۔ ہر لمحۂ حیات اپنے مالک پر فدا کرنے کی کیفیت قائمہ ودائمہ غیر فانیہ رہے۔ مطلب یہ کہ ہر سانس دل یہ چاہے کہ میں اپنے اللہ پر فدا رہوں اور کیسے فدا رہوں؟ ہر وقت نفس کی بُری خواہش کا قتل کرتے رہو اور اس سے کہتے رہو کہ تیری ایک نہیں سنوں گا اور میرا یہ شعر پڑھو ؎

نہیں ناخوش کریں گے ربّ کو اے دل تیرے کہنے سے
اگر یہ جان جاتی ہے خوشی سے جان دے دیں گے

ہر لمحۂ حیات اللہ تعالیٰ پر فدا ہونے کے معنیٰ یہ ہیں کہ جن اعمال سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہو ان اعمال سے لذتِ حرام مت کشید کرو۔ نالائق مت بنو "نا" ہٹاؤ اور اللہ کے لائق بن جاؤ۔ نیت یہ ہو کہ ہر وقت دل وجان سے اللہ پر فدا ہوتے رہیں، اگرچہ بظاہر کوئی عبادت نہ کر رہے ہوں۔

ایک مرتبہ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کچھ احباب آگئے۔ اس دن مولانا نے کوئی وظیفہ نہیں پڑھا، اپنے احباب کو اللہ تعالیٰ کی باتیں سناتے رہے۔ پھر یہ شعر پڑھا ؎

بظاہر ذاکر و شاغل نہیں ہے
زباں خاموش دل غافل نہیں ہے
مجھے احباب کی خاطر ہے منظور
یہ کیا طاعات میں شامل نہیں ہے

اللہ والوں کا مقصود دین کی اشاعت اور دردِ دل منتقل کرنا ہوتا ہے۔

شرح مثنوی پر حضرت شیخ پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ اشکبار ہو گئے

ایک دفعہ میں اپنے سسرال کوٹلہ سے رات کو تین بجے چلا اور اٹھارہ بیس میل کا فاصلہ طے کر کے فجر کی نماز اپنے شیخ کے ساتھ جماعت سے پڑھی۔ حضرت نے جب سلام پھیر کر مجھے دیکھا تو تعجب سے فرمایا کہ ارے! اس وقت کیسے آ گئے؟ میں نے عرض کیا کہ بس آپ سے ملاقات کرنے کو دل چاہ گیا تھا۔ حضرت قرآن شریف اور مناجاتِ مقبول لے کر خانقاہ تشریف لائے اور تخت پر بیٹھ گئے اور پھر کہا: کیسے آنا ہوا بتاؤ؟ میں نے اپنے آنے کی وجہ بتائی کہ میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار کی شرح عطا فرمائی ہے، اگر آپ اس کی تصحیح اور تائید فرمادیں گے تو میں سمجھوں گا کہ میں صحیح سمجھا۔ تو حضرت نے چھ بجے سے میری بات سننی شروع کی اور گیارہ بج گئے۔ پانچ گھنٹے میری تقریر سنی اور حضرت اشکبار تھے۔ جب حضرت کے آنسو بہنے لگے تب اختر نے دل میں یہ شعر پڑھا۔

وہ چشمِ ناز بھی نظر آتی ہے آج نم
اَب تیرا کیا خیال ہے اے انتہائے غم

آؤ دیارِ دار سے ہو کر گزر چلیں
سنتے ہیں اِس طرف سے مسافت رہے گی کم

دیارِ دار کا مطلب

دیارِ دار سے کیا مراد ہے؟ نفس کی بُری خواہشات کو پھانسی کا پھندا لگالو یعنی ان پر عمل نہ کرو۔ اگر مختصر راستے سے ولی اللہ بننا چاہتے ہو تو نفس کی بُری خواہشوں کو پھانسی دینا سیکھو۔ اس کا پھندہ گردن میں نظر نہیں آئے گا، لیکن اس کا قلب ہر وقت زخمِ حسرت اور خونِ آرزو کر کے سینے میں دریائے خون رکھتا ہے۔

کہ گزر کردند از دریائے خوں

اللہ والے اللہ تعالیٰ تک دریائے خون کو عبور کر کے پہنچتے ہیں۔ جو اپنی حرام آرزو کے سامنے

دست و پاڈھیلے کر دے اور اُلّو کی طرح حسینوں کا نمک حرام چکھنے لگے، تو سمجھ لو کہ یہ شخص ہیجڑا ہے، رجال اللہ نہیں ہے، خدا کے راستے کا مرد نہیں ہے۔

رجال اللہ کون ہیں؟

میرے مرشد شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے سالکین کا نام رجال اللہ رکھا ہے، یہ رجال یعنی مرد ہیں، مخنث نہیں ہیں:

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلۡهِيۡهِمۡ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيۡعٌ عَنۡ ذِكۡرِ اللّٰهِ ۙ[۹]

اللہ کی راہ کے مردوں کو چھوٹی اور بڑی تجارت خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔ اصل مرد وہی ہے جو اپنے نفس کو چت کر دے۔ آستین کھینچ کر کے اپنے دشمنوں پر حملہ کرنے والو! سب سے پہلے نفس پر حملہ کر کے دکھاؤ، یہاں تمہاری آستین کہاں چلی جاتی ہے کہ آستینوں میں سانپ بھر لیتے ہو؟ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ روحانیت اور ہے جسمانی طاقت اور ہے، بہت سے کافر بھی پہلوان ہوتے ہیں، اسی لیے مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

قوّتِ جبریل از مطبخ نہ بود

جبرئیل علیہ السلام کی طاقت کچن، مطبخ اور باورچی خانے سے نہیں ہے، وہ ہزاروں روٹیاں نہیں کھاتے ہیں ؎

قوّت اش از فیض خلاقِ وُدود

جبرئیل علیہ السلام کی طاقت خلاّقِ ودود سے ہے۔ کیا مطلب؟ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیوں کو تعلیم دی ہے کہ روٹیوں سے روحانیت نہیں پیدا ہوگی، عبادات سے انوارِ الٰہیہ حاصل کرو تب کہیں جا کے روحانیت میں ترقی ہوگی۔

حیاتِ ایمانی حاصل کرنے کا طریقہ

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اپنی بُری خواہشوں کو ہر وقت مارتا رہتا

---

۹ النور:۳۷

ہے وہ بظاہر تو یہ سمجھتا ہے کہ میں بالکل اجڑ گیا ہوں، میری تو کوئی خوشی پوری نہیں ہوئی۔ ارے! حرام خوشیوں کا پورا نہ ہونا ہی اچھا ہے۔ خدا نہ کرے کہ کوئی مومن حرام خوشیوں میں بامراد ہو۔ جو حرام خوشیوں سے اپنے دل کو نامراد کرے گا اللہ تعالیٰ اسے نافرمانی اور گناہوں کے چھوڑنے کا اور ہر وقت اللہ کے راستے کا غم اُٹھانے کا وہ انعام عطا فرمائے گا جو مولانا جلال الدین رومی صاحبِ قونیہ، شاہ خوارزم کا سگا نواسہ اور حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد اپنی مثنوی میں بیان فرماتے ہیں کہ ؎

نفس خود را کش جہانے زندہ کن

اپنے نفس کی بُری خواہشوں کو ماردو تم سے ایک عالم زندہ ہوگا، وہ حیات عطا ہوگی جو ایک عالم کے لیے حیات بخش ہوگی۔ اللہ والا ایک ہوتا ہے لیکن ہزاروں کو ولی اللہ بنا کر جاتا ہے اور جو نفس کی پیروی کرتے ہیں وہ خود مُردہ رہتے ہیں، زندہ حقیقی کو ناراض کرنے کی وجہ سے ان کی حیات مثل مُردہ ہوتی ہے، وہ زندہ کہلانے کے مستحق نہیں ہوتے، وہ زندگی کے لطف سے محروم کردیے جاتے ہیں، کیوں کہ خالقِ زندگی کو ناراض کرکے حرام لذت کشید کرتے ہیں، یہ نمک حرام اور بے وفا حیاتِ اولیاء کیسے پاسکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ہمت وطاقت دی ہے، یہ نہ سوچو کہ ہم ہیجڑے ہیں، مخنث ہیں یعنی بے ہمت ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تم مخنث نہیں ہو مخنث جیسا کام کرتے ہو، ورنہ تم میں مردانگی اور طاقتِ تقویٰ موجود ہے۔ کوئی گناہ ایسا نہیں کہ چاہے سو برس سے کررہا ہو پھر بھی اسے نہ چھوڑ سکے۔ اگر طاقتِ تقویٰ کسی عمر میں ختم ہوجاتی تو پھر تقویٰ معاف ہوجاتا، لیکن مرتے دم تک تقویٰ فرض ہے:

وَاعۡبُدۡ رَبَّكَ حَتّٰى يَاۡتِيَكَ الۡيَقِيۡنُ ﴿۹۹﴾[۱۰]

اللہ تعالیٰ کے ساتھ تقویٰ، عبادت اور وفاداری موت تک فرض ہے۔

فِي الدُّنۡيَا حَسَنَةً کی تفسیر

اَب سنیے! رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِي الدُّنۡيَا حَسَنَةً کی تفسیر، رَبَّنَا یعنی اے ہمارے پالنے والے!

[۱۰] الحجر:۹۹

یہ رَبَّنَا کہنے کا مزہ پہلے لے لو، بتاؤ! جب بچہ ابّا کہتا ہے تو باپ کو مزہ آتا ہے یا نہیں؟ میرا بیٹا مولانا مظہر میاں جب ٹیلی فون پر کہتے ہیں ابّا السلام علیکم! تو مجھے دل میں مزہ آتا ہے، مگر مجھے اپنا ابّا بھی یاد آجاتا ہے کہ آج میرا ابّا ہوتا تو میں بھی ابّا کہتا، لیکن پھر کہتا ہوں یا ربّا! یا مولیٰ! جب ابّا کی یاد ستائے تو کہو یا ربّا! یا مولیٰ! سب غم دور ہو جائیں گے۔ اب حَسَنَةً کی دس تفسیریں روح المعانی سے پیش کرتا ہوں:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً

یعنی اے ہمارے رب! دُنیا میں ہمیں بھلائیاں عطا فرمایئے۔

حَسَنَةً سے کیا مراد ہے؟

۱) اَلْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ نیک بیوی۔

۲) اَلْاَوْلَادُ الْاَبْرَارُ نیک بچے۔ لائق اولاد وہی ہے جو ربّا کا بھی لائق ہو ابّا کا بھی لائق ہو۔ یہ نہیں کہ ابّا کی ٹانگ دباتا ہے، لیکن نہ نماز پڑھتا ہے، نہ روزہ رکھتا ہے، یہ نالائق ہے۔ لائق وہی ہے جو اللہ کا بھی فرماں بردار ہو۔

۳) اَلْعِلْمُ وَالْعِبَادَةُ دین کا علم اور اس پر عمل یعنی توفیقِ عبادت بھی حسنہ ہے، غیر عالم اس سے محروم ہے۔ علمِ دین سیکھو چاہے اُردو کتاب سے مثلاً بہشتی زیور سے سیکھو یا علماء سے پوچھ پوچھ کر حاصل کرو۔

۴) اَلْفَهْمُ فِيْ كِتَابِ اللهِ یعنی اَلْفِقْهُ فِي الدِّيْنِ دین کی سمجھ۔

بعض میں علمِ دین تو ہے لیکن سمجھ نہیں ہے، اس کا صحیح استعمال نہیں کرتا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ہتھیار تو بہت عمدہ منگوالیا پر چلانا نہیں جانتا۔ علمِ دین کو صحیح موقع پر استعمال کرنا اور اللہ کے لیے استعمال کرنا اور اس کو پیٹ پالنے کا ذریعہ نہ بنانا یہ ہے تَفَقُّهُ فِي الدِّيْنِ۔

تَفَقُّهُ فِي الدِّيْنِ کی ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کھڑے ہو کر دیتے تھے یا بیٹھ کر؟ تو آپ نے فرمایا کہ کیا تم اس آیت کو نہیں پڑھتے وَتَرَكُوْكَ قَآئِمًا ؟ قحط کی وجہ سے مدینہ میں غلہ کی شدید کمی تھی۔ بعض صحابہ کرام جن کا اسلام ابھی نیا تھا اور جن کی ابھی تربیت مکمل نہیں ہوئی تھی، غلہ کے اونٹوں کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حالتِ خطبہ میں تنہا چھوڑ

کر چلے گئے۔ اِسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَتَرَكُوكَ قَابِمًا[۱] اور آپ کو کھڑا ہوا تنہا چھوڑ دیا۔ حضرت عبداللہ ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ کھڑے ہو کر دیتے تھے۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ دس بارہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رہ گئے تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ دس بارہ صحابہ نہ ہوتے تو نبی کے ساتھ بے ادبی کی وجہ سے مدینہ پر آگ برس جاتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سب کو معاف کر دیا[۲] اور صحابہ سے راضی ہو گیا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اللہ صحابہ کرام سے خوش ہو گیا اور صحابہ اللہ تعالیٰ سے خوش ہو گئے۔ جب اللہ تعالیٰ خوش ہو جائے اور معاف کر دے، تو کسی خبیث کو اجازت اور اختیار نہیں کہ وہ اپنی عدالت میں جرح اور تنقید کے لیے ان کا تذکرہ کرے۔ سمجھ رہے ہیں آپ؟ جب اللہ تعالیٰ خوش ہو جائے اور کہہ دے کہ میں نے معاف کر دیا ہم راضی ہیں، تو تم کون ہو ان پر تنقید کرنے والے؟ یہ وہی شخص ہے جو اولیاء اللہ کے بارے میں کیڑے نکالتا ہے اور جب کیڑے نہیں ملتے تو کیڑے ڈالتا ہے۔ یہ ڈبل مجرم ہے۔

۵) حَسَنَةً کی پانچویں تفسیر ہے اَلْمَالُ الصَّالِحُ رزقِ حلال۔

۶) چھٹی تفسیر ثَنَاءُ الْخَلْقِ مخلوق میں اس کی تعریف ہو۔ آج کل جاہل صوفی گھبرا جاتا ہے کہ ہائے میری تعریف ہو رہی ہے۔ ایک صاحب نے کہا کہ میں تسبیح لیتا ہوں تو مجھے یہ خیال آتا ہے کہ لوگ مجھے کہیں نیک نہ سمجھنے لگیں۔ تو میرے شیخ حضرت شاہ ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے فرمایا کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کو بدمعاش کہیں؟ ارے بھئی! اگر لوگ نیک کہتے ہیں تو شکر کرو، بس تم اپنے کو نیک مت سمجھو۔ مخلوق میں اگر تعریف ہوتی ہے ہونے دو، اپنی نظر میں حقیر ہونا مطلوب ہے اور مخلوق میں عظمت اور جاہ اور عزت مطلوب ہے، اس کی دُعا سکھائی گئی ہے۔

صبر کے معنیٰ

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سکھایا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ صَبُوْرًا اے اللہ! مجھے

---

[۱] الجمعة:۱۱

[۲] روح المعانی:۲۸/۱۰۷، الجمعة (۱۱)، دار احیاء التراث، بیروت

صبر عطا فرما کہ ہم نیک اعمال پر قائم رہیں اور مصیبت میں آپ پر اعتراض نہ کریں کہ کیوں ہم کو یہ مصیبت ملی؟ مصیبت سے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کا درجہ بلند کرتا ہے، اُن کو گناہوں سے پاک صاف کرتا ہے۔ ماں جب میل کچیل چھڑاتی ہے تو بچہ چلّاتا ہے مگر بعد میں چمک جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو مصیبت دے کر ان کی خطائیں معاف کرتے ہیں اور صبر کی برکت سے نسبت مع اللہ کا اعلیٰ مقام دے دیتے ہیں۔ اور اَلصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ بھی دیجیے کہ نافرمانی کے تقاضوں کے وقت ہم صابر رہیں اور نافرمانی نہ کریں اور نافرمانی سے بچنے کا غم اٹھالیں۔ اس کا نام اَلصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ ہے۔ اس دُعا میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کی اقسامِ ثلاثہ مانگی ہیں یعنی:

۱) اَلصَّبْرُ عَلَى الطَّاعَةِ یعنی نیک اعمال پر قائم رہنا۔
۲) اَلصَّبْرُ فِي الْمُصِيْبَةِ مصیبت میں صابر رہنا۔
۳) اَلصَّبْرُ عَنِ الْمَعْصِيَةِ گناہوں سے بچنے کی تکلیف اٹھانا۔

حقیقی شکر کیا ہے؟

آگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا مانگتے ہیں وَاجْعَلْنِیْ شَكُوْرًا اور ہمیں شکرِ نعمت کی توفیق دیجیے اور اس کی حقیقت تقویٰ ہے کہ ہم گناہ نہ کریں۔ اصل شکر گزار بندہ وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کو ناراض نہیں کرتا۔ اس کی دلیل سن لو! میں تصوف بلا دلیل پیش نہیں کرتا۔ وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ اے صحابہ! اللہ نے جنگِ بدر میں تمہاری مدد کی ہے وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ اور تم سخت کمزور تھے فَاتَّقُوا اللّٰهَ پس تم تقویٰ سے رہا کرو اور ہم کو ناراض مت کرو لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ[۱۳] تاکہ تم حقیقی شکر گزار بن جاؤ۔ یہ تھوڑی ہے کہ منتخب بوٹی کھا کر کہہ دیا کہ یا اللہ! تیرا شکر ہے اور گناہ سے باز نہ آئے، اس طرح شکر کا حق ادا نہیں ہوا۔ زبان سے شکر کی سنت تو ادا ہوئی، لیکن جب گناہ سے بچو، نظر بچاؤ عَيْنًا، قَلْبًا وَقَالِبًا حسینوں، نمکینوں سے دور رہو تب سمجھ لو اب شکرِ حقیقی نصیب ہوا۔ تو وَاجْعَلْنِیْ شَكُوْرًا کے معنیٰ کیا ہیں؟

۱۳؎ اٰل عمرٰن:۱۲۳

اَیۡ وَاجۡعَلۡنِیۡ مِنَ الۡمُتَّقِیۡنَ یہ ترجمہ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کا ہے کہ مجھے متقی بنا دیجیے۔ لَعَلَّکُمۡ تَشۡکُرُوۡنَ تاکہ تم شکر گزار ہو جاؤ، نافرمانی کرنے والا حقیقی شکر گزار نہیں ہے۔

مخلوق کی نظر میں حقیر ہونا مطلوب نہیں

اس کے بعد فرمایا:

وَاجۡعَلۡنِیۡ فِیۡ عَیۡنِیۡ صَغِیۡرًا

اے اللہ! مجھ کو میری نظر میں صغیر کر دے، چھوٹا دکھا۔

ہم اپنے کو طُرَّم خان نہ سمجھیں، خرم خان تو رہو مگر طرم خان نہ سمجھو وَفِیۡ اَعۡیُنِ النَّاسِ کَبِیۡرًا [۱۴] مخلوق کی نظر میں ہم کو بڑا دکھا دیجیے، لہٰذا جب مخلوق عزت کرے تو شکر ادا کرو کہ یہ دعا قبول ہو گئی۔ تو حسنہ کی چھٹی تفسیر ہے ثنائے خلق کہ مخلوق میں تمہاری تعریف و نیک نامی ہو، لیکن تم اپنی تعریف نہ کرو، نہ اپنے کو بڑا سمجھو۔ یہ ثنائے خلق "حسنہ" کی تفسیر ہے، لیکن جو صوفی علمِ دین نہیں جانتا وہ ایسے موقع پر ڈر جاتا ہے کہ میرا تو سب کچھ ضایع ہو گیا۔

۷) ساتویں تفسیر ہے اَلۡعَافِیَۃُ وَالۡکَفَافُ یعنی عافیت اور غیر محتاجی۔ اور عافیت کے معنیٰ ہیں: اَلسَّلَامَۃُ فِی الدِّیۡنِ مِنَ الۡفِتۡنَۃِ وَالسَّلَامَۃُ فِی الۡبَدَنِ مِنۡ سَیِّیءِ الۡاَسۡقَامِ وَالۡمِحۡنَۃِ: مُلّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عافیت کے معنیٰ ہیں کہ دین فتنہ سے محفوظ ہو اور بدن بُرے امراض اور محنتِ شاقہ سے محفوظ ہو اور کسی کی محتاجی نہ ہو، یہ بھی حسنہ ہے۔

۸) آٹھویں تفسیر ہے اَلصِّحَّۃُ وَالۡکِفَایَۃُ صحت ہو اور کفایت ہو کہ کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلانا پڑے۔

۹) نویں تفسیر ہے اَلنُّصۡرَۃُ عَلَی الۡاَعۡدَاءِ دشمنوں کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی مدد آجائے۔

۱۰) اور آخری تفسیر سن لو یعنی دسویں صُحۡبَۃُ الصَّالِحِیۡنَ [۱۵] یعنی اللہ والوں کی صحبت۔ جس کو اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی صحبت نصیب ہو اور اللہ توفیق دے اپنے پیاروں کے پاس

---

[۱۴] کنز العمال: ۱۸۷/۲ (۳۶۷۵)، فصل فی جوامع الادعیۃ، مؤسسۃ الرسالۃ

[۱۵] روح المعانی: ۹۱/۲، البقرۃ (۲۰۱)، دار احیاء التراث، بیروت

بیٹھنے کی، تو یہ دلیل ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ اس کو اپنا پیارا بنانا چاہتے ہیں۔ جس دیسی آم کو لنگڑے آم کی صحبت نصیب ہو جائے، تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ کی مشیت و ارادہ ہو گیا کہ اس دیسی آم کو لنگڑا آم بنا دیں گے۔ پس جب اللہ تعالیٰ کسی کو اہل اللہ کی صحبت نصیب فرمائے تو سمجھ لو یہ بھی اہل اللہ ہونے والا ہے۔ حَسَنَةً فِي الدُّنْيَا کی یہ تفسیر روح المعانی، جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۹۱ پر ہے۔

آیت وَاعْفُ عَنَّا الخ کی تفسیر

اَب آئیے! وَاعْفُ عَنَّا کی تفسیر سنیے، وَاعْفُ عَنَّا کے معنیٰ ہیں اے اللہ! ہمارے گناہوں کو معاف کر دے اور ان کے نشانات کو بھی مٹا دے۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ وَاعْفُ عَنَّا کے معنیٰ ہیں اُمْحُ اٰثَارَ ذُنُوْبِنَا[۱۶] ہمارے گناہوں کے جو چار گواہ پیدا ہوئے ہیں، ان کی گواہیوں کو مٹا دیجیے۔ جس زمین پر گناہ ہوا ہے وہ زمین قیامت کے دن گواہی دے گی:

يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ أَخْبَارَهَا ۝٤ بِأَنَّ رَبَّكَ أَوْحَىٰ لَهَا ۝٥[۱۷]

اللہ کا حکم ہو رہا ہے کہ اے زمین! تجھ پر جس جس نے جو گناہ کیا تو گواہی دے۔ اور دوسری گواہی اعضا کی ہو گی، جن اعضا سے گناہ ہوئے ہیں وہ اعضا بھی بولیں گے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰٓ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝٦٥[۱۸]

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس دن ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں اور تمام اعضا بولنے لگیں گے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے، اسی کو مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

چشم گوید کردہ ام غمزہ حرام

---

[۱۶] روح المعانی: ۱۷۱/۳، البقرة (۲۸۶)، دار احیاء التراث، بیروت

[۱۷] الزلزال: ۴-۵

[۱۸] یٰسٓ: ۶۵

آنکھ کہے گی کہ یہ حرام اشارے بازی کرتا تھا، حسینوں کو آنکھیں مارتا تھا۔

گوش گوید چیدہ ام سوء الکلام

کان کہیں گے کہ یہ گانے سنا کرتا تھا، ٹیڈیوں سے عورتوں سے۔

لب بہ گوید من چنیں بوسیدہ ام

ہونٹ گواہی دیں گے کہ ہم نے تنہائیوں میں، خلوتوں میں حسینوں کا بوسہ لیا تھا۔

دست گوید من چنیں دز دیدہ ام

ہاتھ کہیں گے ہم نے اس طرح سے چوری کی تھی اور جیب کاٹی تھی۔ سارے اعضا بولنے لگیں گے۔ تیسرا گواہ دو فرشتے کراماً کاتبین ہیں جو اعمال کو نوٹ کرتے رہتے ہیں اور چوتھا گواہ صحیفۂ اعمال ہے۔ وَاعۡفُ عَنَّا میں درخواست ہے کہ اے اللہ! میرے گناہوں کے تمام نشانات کو مٹادے، میرے اعضا کے گناہوں کو بھی مٹادے، زمین کے گواہ کو بھی مٹادے اور کراماً کاتبین کی یادداشت سے بھی بھلادے اور اس کے بعد اعمال نامہ میں جو گناہ درج ہیں توبہ کی برکت سے اُن کو بھی مٹادے۔

حدیثِ توبہ کی تشریح

جامع صغیر کی حدیث ہے:

اِذَا تَابَ الۡعَبۡدُ اَنۡسَى اللهُ الۡحَفَظَةَ ذُنُوۡبَهٗ وَاَنۡسٰى ذٰلِكَ جَوَارِحَهٗ وَمَعَالِمَهٗ مِنَ الۡاَرۡضِ حَتّٰى يَلۡقَى اللهَ وَلَيۡسَ عَلَيۡهِ شَاهِدٌ مِّنَ اللهِ بِذَنۡبٍ[۱۹]

یعنی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اس کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور گناہوں کی گواہیوں کو اللہ مٹا دیتا ہے۔ جو فرشتے ہمارے اعمال نوٹ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو ان سے بھلا دے گا، ان کو کچھ بھی یاد نہیں رہے گا۔ ہمارے گناہوں کے آثار و نشانات کو اللہ تعالیٰ فرشوں سے نہیں مٹوائیں گے، خود مٹائیں گے اور فرشتوں کو بھلا دیں

---

۱۹ کنز العمال: ۲۰۹/۴، (۱۰۱۷۹)، باب فضل التوبة والترغيب فيها، مؤسسة الرسالة

گے۔ اَنْسَی اللّٰہُ کا لفظ ہے، کہ میں بھلا دوں گا تاکہ فرشتوں کا احسان میرے غلاموں پر نہ رہے اور وہ میرے بندوں پر یہ احسان نہ جتلا سکیں کہ تم تو نالائق تھے، ہم نے تمہارے گناہوں کو مٹایا تھا۔ دیکھی آپ نے اللہ تعالیٰ کی بندہ پروری۔ اس موقع پر خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر ہے؎

مجھ سے طغیانی و فسق و سرکشی
تجھ سے بندہ پروری ہوتی رہی

آپ تو بندہ پروری فرماتے رہے اور ہم اپنی نالائقیوں سے باز نہ آئے۔

توبہ کی برکت سے فرشتوں کی گواہی مٹانے کے بعد اعضا کی گواہی کو بھی اللہ تعالیٰ مٹادیتے ہیں، یعنی جن اعضا سے گناہ ہوا تھا ان اعضا سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو محو کر دیتا ہے اور جس زمین پر گناہ ہوئے تھے ان کے نشانات کو بھی اللہ تعالیٰ مٹادیتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے دن وہ شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے خلاف کوئی گواہی دینے والا نہ ہوگا۔ وَاغْفِرْلَنَا کی تفسیر ہے بِاِظْهَارِ الْجَمِيْلِ وَسَتْرِ الْقَبِيْحِ[۲۰] یعنی آپ میری بُرائیوں کو چھپادیجیے اور میری نیکیوں کو ظاہر کردیجیے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ اے اللہ! ہم لوگوں سے ایسے بڑے بڑے کام ہوجائیں کہ قیامت تک ان کا چرچا ہوتا رہے۔ وَاغْفِرْلَنَا کی یہ تفسیر روح المعانی میں ہے۔

کون سی جاہ محمود ہے؟

اب اگر کوئی کہے کہ نیکیوں کو ظاہر کرنے کی طلب تو حبّ جاہ ہے، تو یہ حبّ جاہ نہیں ہے۔ حبّ جاہ وہ ہے جو اپنے نفس کے لیے جاہ چاہے اور جو اللہ تعالیٰ کے لیے چاہے کہ اللہ مخلوق میں ایسی عزت دے کہ جب میں بیان کروں تو سب لوگ سر آنکھوں پر رکھ لیں، تو یہ طلبِ عزت برائے ربُّ العزت ہے۔ جاہ وہ مذموم ہے جو اپنے نفس کی بڑائی کے لیے ہو۔ جو بڑائی اللہ کے لیے ہو وہ مذموم نہیں۔ مثلاً ہم اچھا لباس اس لیے پہنیں کہ لوگ مولویوں کو حقیر

[۲۰] روح المعانی: ۳/۷۱، البقرۃ (۲۸۶)، داراحیاء التراث، بیروت

نہ سمجھیں، چندہ مانگنے والا بھک منگا نہ سمجھیں تو یہ بڑائی اللہ کے لیے ہے اور مطلوب ہے۔ جو میں جبہ پہنتا ہوں آج اس کا راز بتاتا ہوں۔ ایئرپورٹ پر جب میں جبہ پہن کر گیا تو میرے ایک دوست کے بیٹے نے بتایا کہ کچھ لوگ تذکرہ کر رہے تھے کہ یہ سعودیہ کا کوئی شیخ آرہا ہے۔ لوگ سمجھیں گے کہ کچھ مال دینے کے لیے آیا ہے، لینے کے لیے نہیں آیا۔ نیت پر معاملہ ہے۔ یہی دکھاوا اور بڑائی نفس کے لیے ہو تو وہ مذموم ہے۔ جب وَاغْفِرْلَنَا کہیے تو دل میں نیت کر لیجیے کہ یا اللہ! میری بُرائیوں کو مخلوق سے چھپا دیجیے اور نیکیوں کو ظاہر کر دیجیے۔ اسی طرح جب وَاعْفُ عَنَّا کہیے تو دل میں اللہ سے کہیں کہ اے اللہ! مجھے معاف کر دیجیے اور میرے گناہوں کے چاروں گواہوں کو مٹا دیجیے اور آپ کا یہ وعدہ مذکورہ حدیث میں بزبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم ہو رہا ہے۔ سفیر جو ہوتا ہے سلطانِ مملکت کا ترجمان ہوتا ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے سفیر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمادینا کہ اللہ تعالیٰ گناہوں کے تمام نشانات کو مٹا دیں گے اور خود مٹائیں گے، اپنے بندوں پر فرشتوں کا بھی احسان نہیں رکھیں گے، یہ گویا اللہ تعالیٰ کی رحمت کی ترجمانی ہے۔ رحمۃ للعالمین کی زبان مبارک ارحم الراحمین کی رحمتوں کی ترجمان ہے۔ اس کے بعد ہے وَارْحَمْنَا، بس آج اسی مضمون کے لیے اتنی تمہید میں نے بیان کی کہ یا اللہ! ہم پر رحم فرما دیجیے۔ معافی اور مغفرت کے بعد رحم کے کیا معنیٰ ہیں؟ رحمت کی چار تفسیریں حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کی ہیں جو شاید ہی آپ کسی کتاب میں پائیں گے، لہٰذا جب وَارْحَمْنَا کہیے تو چار نعمتوں کی نیت کر لیجیے:

۱) توفیقِ طاعت: گناہوں سے طاعت کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔ گناہ کی نحوست سے عبادت میں جی نہیں لگتا اور گناہوں کے کاموں میں خوب دل لگتا ہے، اس لیے گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور پھر عبادت و فرماں برداری کی توفیق نہیں ہوتی۔

۲) فراخیٔ معیشت: روزی میں برکت ڈال دیجیے، کیوں کہ گناہوں سے روزی میں برکت ختم ہو جاتی ہے، کماتا بہت ہے لیکن پورا نہیں پڑتا۔

۳) بے حساب مغفرت: قیامت کے دن ہمارا حساب نہ لیجیے، کیوں کہ جس سے مواخذہ ہوگا اس کو عذاب دیا جائے گا۔

۴) دخولِ جنت: اب علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر سنیے! فرماتے ہیں رحم کی درخواست میں اپنے کسی نیک عمل کا استحقاق نہ لانا۔

عطائے خداوندی کو ثمرۂ مجاہدات سمجھنا ناشکری ہے

آہ! یہی مضمون سنانے کے لیے آج مجھے داعیہ ہوا۔ بعض لوگ دعائیں مانگتے ہیں مگر لوگوں سے تذکرہ کرتے ہیں کہ میں نے یہ مجاہدہ کیا تو مجھ کو یہ ملا۔ اللہ کی رحمت اور عطا کے لیے اپنا استحقاق ثابت کرنا یہ کفرانِ نعمت اور ناشکریٔ نعمت ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیان القرآن میں لکھتے ہیں:

فَاِنَّ بَعْضَ الْمُغْتَرِّیْنَ مِنَ الصُّوْفِیَاءِ وَالسَّالِکِیْنَ
یَنْسِبُوْنَ کَمَالَاتِہِمْ اِلٰی مُجَاھَدَاتِہِمْ وَھٰذَا عَیْنُ الْکُفْرَانِ

بعض دھوکے میں پڑے ہوئے صوفی اور سالک اپنے کمالات اور اللہ کی مہربانیوں کو اپنے مجاہدات کی طرف منسوب کرتے ہیں کہ میں نے بڑے پاپڑ بیلے ہیں، میں نے بڑی عبادت کی ہے، تب یہ نعمت مجھ کو ملی ہے۔ کبھی بھی استحقاق کی بات مت کرو۔ اللہ کی عظمتِ غیر محدود کا حق بڑے سے بڑا ولی بھی ادا نہیں کر سکتا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَا عَبَدْنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ[۲۱]

اے اللہ! آپ کی عبادت کا حق مجھ سے ادا نہیں ہوا۔

کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک بھی محدود ہے، غیر محدود صرف اللہ کی ذات ہے۔ جو نادان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے برابر کرتے ہیں یہ ظالم ہیں، کیوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا ہے، آپ ساجد ہیں اور اللہ تعالیٰ مسجود ہیں اور ساجد اور مسجود برابر نہیں ہو سکتے۔ یہی ایک علمِ عظیم کافی ہے کہ عابد اور معبود، ساجد اور مسجود کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ ہاں اللہ تعالیٰ کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی نہیں ہے۔

---

[۲۱] کنز العمال: ۳۶۵/۱۰، کتاب العظمۃ من قسم الاقوال، مؤسسۃ الرسالۃ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

تو آج یہ خاص نصیحت میرے قلب کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی کہ کبھی بھی اپنے اعمال پر استحقاق ثابت نہ کریں۔ یوں کہیں کہ اگر آپ نے میرا کوئی عمل قبول فرمالیا تو اس عمل مقبول کی برکت سے میرا کام کر دیجیے، مگر وہ بھی آپ کے کرم نے قبول فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی عظمتِ شان کے شایان اس عمل کو مت قرار دو اور اپنے کمالات کی نسبت اپنے مجاہدات کی طرف نہ کرو کہ یہ ناشکری ہے۔ تو پھر کیا کرنا چاہیے؟ اپنے ربّ کی عنایت سمجھو اور یہ کہو کہ اللہ تعالیٰ! میں کسی نعمت کا مستحق نہیں، آپ اپنی رحمت سے اپنی رحمت دے دیجیے، اپنی مہربانی سے اپنی مہربانی دے دیجیے، اپنے فضل کو اپنے فضل سے دے دیجیے، اپنے کرم کو اپنے کرم سے دے دیجیے ؎

آپ چاہیں ہمیں ہے کرم آپ کا
ورنہ ہم چاہنے کے تو قابل نہیں

یہ اختر کا شعر ہے۔

اکابر علماء کی تصوف سے وابستگی

اب اس مضمون کی تفسیر روح المعانی سے ثابت کرتا ہوں جس کے مصنف علامہ آلوسی السید محمود البغدادی رحمۃ اللہ علیہ مفتیٔ بغداد ہیں جو مرید تھے علامہ خالد کردی رحمہ اللہ کے۔ روح المعانی، روح المعانی چلّانے والو! سوچو کہ یہ شخص بھی مرید ہوا تھا علامہ خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ سے اور مولانا خالد کردی مرید اور خلیفہ تھے شاہ غلام علی رحمۃ اللہ علیہ کے اور وہ خلیفہ تھے حضرت مرزا مظہرِ جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ کے۔ یہ ہمارے دہلی کے بزرگوں کا فیض ملکِ شام تک پہنچا تھا۔ علامہ شامی ”فتاویٰ شامی“ کے مصنف اور علامہ آلوسی السید محمود بغدادی روح المعانی کے مفسر یہ دونوں جاکر مرید ہوئے مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر۔ یہ ہمارا سلسلہ ہے حضرت مرزا مظہرِ جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ کا۔ اتنے بڑے بڑے علماء مرید ہوئے ہیں اور ہمیشہ علماء اہل اللہ سے وابستہ رہے ہیں۔ مفتی شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے لکھا ہے کہ تاریخ میں ان ہی علماء کے علمی کارنامے تصانیف و تالیفات وغیرہ زندہ

ہیں جو اہل اللہ سے وابستہ تھے، اور جو کسی اللہ والے سے وابستہ نہ ہوں وہ کچھ دن تو چمکے اور پھر مع اپنی تصانیف کے ہمیشہ کے لیے غائب ہوگئے۔ جعلی پیری مریدی کو میڈان ڈالڈا کہو یا جو چاہے کہو، لیکن سچی مریدی والے متبعِ سنت اہل اللہ کو بُرا کہنے والا جمہورامت سے الگ ہوگیا۔ اسی لیے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو اللہ والوں کے فیض اور ان کی برکتوں کا انکار کررہا ہو، شیخ پر لازم ہے کہ اپنے مریدوں کو اس سے ملنے بھی نہ دے۔ اب تفسیر روح المعانی کی عبارت بھی سن لیں کہ منکرینِ تصوف اور منکرینِ فیضانِ اولیاء کی ملاقات کو بھی علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ منع کررہے ہیں۔ فرماتے ہیں :

فَنَهَى الْمَشَايِخُ الْمُرِيْدِيْنَ مِنْ مُّوَالَاتِ الْمُنْكِرِيْنَ[۲۲]

یعنی مشایخ اور بزرگانِ دین کی عظمتوں کو نقصان پہنچانے والی زبان والوں سے ملنا بھی جائز نہیں کہ تمہارے قلب میں اپنے بزرگوں کی عظمت نہیں رہے گی اور جب اپنے بزرگوں کی عظمت بھی گئی تو ہمارے پاس کیا بچا؟ کچھ نہیں رہا پھر ہم نل (Nil) ہوگئے۔ یہ کم لوگوں کو معلوم ہے کہ تفسیر روح المعانی والا خود مرید ہے، جو علم کے سمندر تھے وہ تو اہل اللہ کے غلام بن گئے، لیکن آج چار حرف پڑھ کر کہتے ہیں کہ ہمیں شیخ کی ضرورت نہیں، ہمارا علم ہماری اصلاح کے لیے کافی ہے، لیکن سمجھ لو کہ یہ نفس کا بہت بڑا چور ہے، علم کے پندار کا بہت بڑا حجاب ہے جو کہتا ہے کہ مجھے شیخ اور مصلح کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر قرآن شریف اصلاح کرسکتا، اگر کتابوں سے اصلاح ہوسکتی تو اللہ تعالیٰ پیغمبروں کو نہ بھیجتے، مگر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یُزَکِّیْهِمْ قرآن کی روشنی میں تزکیہ میرا نبی کرے گا، اس کے لیے شخصیت ہونی چاہیے۔ یُزَکِّیْهِمْ کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جارہی ہے کہ میرا نبی صحابہ کے دلوں کا تزکیہ کرتا ہے یعنی یُطَهِّرُ قُلُوْبَهُمْ مِنَ الْعَقَائِدِ الْبَاطِلَةِ وَمِنَ الْاِشْتِغَالِ بِغَيْرِ اللّٰهِ میرا نبی صحابہ کے دلوں کو باطل عقیدوں سے پاک کرتا ہے اور غیر اللہ میں مشغول ہونے سے پاک کرتا ہے۔

۲) وَيُطَهِّرُ نُفُوْسَ الصَّحَابَةِ مِنَ الْاَخْلَاقِ الرَّذِيْلَةِ اور ان کے نفوس کو بُرے اخلاق سے پاک کرتا ہے۔

---

[۲۲] روح المعانی: ۱۴۲/۳، اٰل عمرٰن (۳۷)، دار احیاء التراث، بیروت، ذکرہ بلفظ نھی اھل اللہ تعالیٰ

۳) وَيُطَهِّرُ اَبْدَانَهُمْ مِنَ الْاَنْجَاسِ وَالْاَعْمَالِ الْقَبِيْحَةِ اور ان کے اجسام کو نجاستوں سے اور برے اعمال سے پاک کرتا ہے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کچھ سکھایا، برے اعمال سے جسموں کو بچانا بھی سکھایا اور نجاستوں سے پاک کرنا بھی سکھایا، یہاں تک کہ استنجاء کا طریقہ بھی سکھایا۔

اب وَارْحَمْنَا کی تفسیر بیان کر کے ختم کرتا ہوں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَارْحَمْنَا اَیْ تَفَضَّلْ عَلَيْنَا بِفُنُوْنِ الْاٰلَاءِ مَعَ اسْتِحْقَاقِنَا بِأَفَانِيْنِ الْعِقَابِ[۲۳]

اے اللہ! جو بندہ گناہوں کی وجہ سے طرح طرح کے عذاب کا مستحق تھا۔ فن کی جمع فنون اور فنون کی جمع افانین۔ جو افانینِ عذاب کا مستحق تھا یعنی اپنے طرح طرح کے گناہوں کی نحوست سے جو طرح طرح کے عذابوں کا مستحق تھا، اب معافی اور مغفرت طلب کرنے کے بعد اس پر طرح طرح کی نعمتوں کی بارش فرمائیے۔ اگر حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر بیان القرآن میں اختر نہ دیکھتا، تو اس مضمون تک ہمارے دماغ کی رسائی بھی نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ کی عنایات کو اپنے مجاہدات کی طرف منسوب کرنا ناشکری ہے۔ یہ مت کہو کہ ہمارے مجاہدات کی وجہ سے آپ نے یہ کرم کیا، بلکہ یہ کہو کہ آپ کے کرم کا سبب محض آپ کا کرم ہے، میرا کوئی عمل اس کا سبب نہیں۔ توفیقِ عمل بھی آپ کا کرم ہے، مگر آپ کے کرم کے عنوانات بدلتے رہتے ہیں۔ کبھی آپ نے کسی عبادت کی توفیق دے دی اور پھر اس کے بعد اپنے کرم سے اسے قبول فرما کر کوئی نعمت عطا فرمادی۔ دیکھو! حضرت موسیٰ علیہ السلام آگ لینے گئے تھے اور پیغمبری مل گئی۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ؎

بہت ابھاگن مر گئیں جگت جگت بورائے

یہ ہندی سنو یعنی بہت سے پاگل دُنیا سے پیالہ بھیک کا لے کر مارے مارے پھرے اور کچھ نہ ملا۔

پیو جے کا چاہیں تو سوتت لیت جگائے

---

[۲۳] روح المعانی: ۱۱/۴۲، ذکر تفسیرہ فی سورۃ التوبۃ (۱۱۸)، دار احیاء التراث، بیروت

اور جس کو اللہ چاہتا ہے سوتے ہوئے کو جگاتا ہے کہ اٹھ تہجد پڑھ، کہاں غافل پڑا ہے، لے تجھ کو نسبت مع اللہ کی عظیم دولت دیتا ہوں۔

آج کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز بر بنائے استحقاق مت مانگو کہ میرا حق بنتا ہے۔ بس یہ کہو کہ میرا حق نہیں بنتا، ہماری عبادت آپ کی عظمتِ غیر محدود کے سامنے کچھ نہیں، لہٰذا آپ اپنی مہربانیاں محض اپنی مہربانی سے دے دیجیے۔ یہ دعا وَارْحَمْنَا کی اس تفسیر کو سامنے رکھ کر ہم آپ کی رحمت سے مانگ رہے ہیں، اے اللہ! یہ رحم جو ہم آپ سے مانگ رہے ہیں، یہ بر بنائے استحقاق نہیں ہے، ہم تو مستحق ہیں عذاب کے، ہمارا استحقاق تو عذاب کا ہے اور وہ بھی ایک دو طرح کے عذاب کا نہیں، طرح طرح کے عذاب کے ہم مستحق ہیں لیکن معافی اور مغفرت کے بعد طرح طرح کے مستحق عذاب پر طرح طرح کی نعمتوں کی بارش فرما دیجیے۔ یہ مضمون اب ختم ہو گیا۔ آج بہت خاص تقاضے کی بناء پر یہ عرض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کبھی اپنا استحقاق نہ پیش کرو کہ میرا حق بنتا ہے، ضابطے سے مت مانگو، رابطے سے مانگو۔ اس لیے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاں تَوَّابٌ کے ساتھ رَحِيْمٌ نازل فرمایا، تو اس کے معنیٰ ہیں کہ اے لوگو: ہم جو تمہاری توبہ قبول کرتے ہیں، تو ضابطے سے نہیں کرتے شانِ رحمت سے کرتے ہیں، کیوں کہ ایک فرقہ معتزلہ ہے جس کا باطل عقیدہ ہے کہ معافی مانگنے کے بعد اللہ تعالیٰ کو قانوناً معاف کرنا پڑے گا۔ تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ تَوَّابٌ کے بعد رَحِيْمٌ نازل فرمانا فرقہ معتزلہ کا رد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ذمہ کچھ واجب نہیں، وہ قادرِ مطلق ہیں، کسی کو معاف کرنے پر مجبور نہیں ہیں، اپنی شانِ کرم سے، شانِ رحمت سے معاف فرماتے ہیں، لہٰذا بندوں کا کام ہے کہ عاجزی سے ان کے حضور میں گڑگڑاتے رہیں۔ دین پر استقامت چاہتے ہو تو عاجزی اور شکستگی اختیار کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ سارے عالَم سے مستغنی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ
وَصَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ
بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ

اصلاح کا آسان نسخہ

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

دو رکعت نفل نماز توبہ کی نیت سے پڑھ کر یہ دعا مانگو کہ

اے اللہ! میں آپ کا سخت نافرمان بندہ ہوں۔ میں فرماں برداری کا ارادہ کرتا ہوں مگر میرے ارادے سے کچھ نہیں ہوتا اور آپ کے ارادے سے سب کچھ ہو سکتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میری اصلاح ہو مگر ہمت نہیں ہوتی۔ آپ ہی کے اختیار میں ہے میری اصلاح۔ اے اللہ! میں سخت نالائق ہوں، سخت خبیث ہوں، سخت گناہ گار ہوں، میں تو عاجز ہو رہا ہوں، آپ ہی میری مدد فرمائیے۔ میرا قلب ضعیف ہے۔ گناہوں سے بچنے کی قوت نہیں ہے، آپ ہی قوت دیجیے۔ میرے پاس کوئی سامانِ نجات نہیں، آپ ہی غیب سے میری نجات کا سامان پیدا کر دیجیے۔ اے اللہ! جو گناہ میں نے اب تک کیے ہیں، انہیں آپ اپنی رحمت سے معاف فرمائیے۔ گو میں یہ نہیں کہتا کہ آیندہ ان گناہوں کو نہ کروں گا، میں جانتا ہوں کہ آیندہ پھر کروں گا، لیکن پھر معاف کرالوں گا۔

غرض اسی طرح سے روزانہ اپنے گناہوں کی معافی اور عجز کا اقرار، اپنی اصلاح کی دعا اور اپنی نالائقی کو خوب اپنی زبان سے کہہ لیا کرو۔ صرف دس منٹ روزانہ یہ کام کر لیا کرو۔ لو بھائی دوا بھی مت پیو۔ بد پرہیزی بھی مت چھوڑو۔ صرف اس تھوڑے سے نمک کا استعمال سوتے وقت کر لیا کرو۔ آپ دیکھیں گے کہ کچھ دن بعد غیب سے ایسا ہو جائے گا کہ ہمت بھی قوی ہو جائے گی، شان میں بٹہ بھی نہ لگے گا اور دشواریاں بھی پیش نہ آئیں گی۔ غرض غیب سے ایسا سامان ہو جائے گا کہ جو آپ کے ذہن میں بھی نہیں ہے۔

❁❁❁❁

ولی اللہ بنانے والے چار اعمال

تعلیم فرمودہ

شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرتِ اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

چار اعمال ایسے ہیں کہ جو ان پر عمل کرے گا مرنے سے پہلے ان شاءاللہ تعالیٰ ولی اللہ بن کر دنیا سے جائے گا۔ نفس پر جبر کرکے اللہ کو خوش کرنے کے لیے جو مندرجہ ذیل اعمال کرے گا اس کو پورے دین پر عمل کرنا آسان ہو جائے گا اور وہ اللہ کا ولی ہو جائے گا:

۱) ایک مٹھی داڑھی رکھنا

بخاری شریف کی حدیث ہے:

خَالِفُوا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِرُّوا اللُّحٰى وَاحْفُوا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ أَخَذَهٗ

ترجمہ: مشرکین کی مخالفت کرو داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو کٹاؤ اور حضرت ابنِ عمر جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو اپنی داڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑ لیتے تھے پس جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی اس کو کاٹ دیتے تھے۔

بخاری شریف کی دوسری حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْهَكُوا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوا اللُّحٰى

ترجمہ: مونچھوں کو خوب باریک کتراؤ اور داڑھیوں کو بڑھاؤ۔

پس ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ جس طرح وتر کی نماز واجب ہے، عید الفطر کی نماز واجب ہے، بقر عید کی نماز واجب ہے اسی طرح ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے اور چاروں اماموں کا اس پر اجماع ہے، کسی امام کا اس میں اختلاف نہیں۔ علامہ شامی تحریر فرماتے ہیں:

اَمَّا اَخْذُ اللِّحْیَۃِ وَھِیَ مَادُوْنَ الْقَبْضَۃِ کَمَا یَفْعَلُہٗ بَعْضُ الْمَغَارِبَۃِ وَمُخَنَّثَۃُ الرِّجَالِ فَلَمْ یُبِحْہُ اَحَدٌ

ترجمہ: داڑھی کا کترانا جبکہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جیسا کہ بعض اہلِ مغرب اور ہیجڑے لوگ کرتے ہیں کسی کے نزدیک جائز نہیں۔

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بہشتی زیور جلد ۱۱، صفحہ ۱۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں کہ داڑھی کا منڈانا یا ایک مٹھی سے کم پر کترانا دونوں حرام ہیں اور داڑھی داڑھ سے ہے اس لیے ٹھوڑی کے نیچے سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے اور چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے بھی ایک مٹھی ہونی چاہیے یعنی تینوں طرف سے ایک مٹھی داڑھی رکھنا واجب ہے۔ بعض لوگ سامنے یعنی ٹھوڑی کے نیچے سے تو ایک مٹھی رکھ لیتے ہیں لیکن چہرے کے دائیں اور بائیں طرف سے کترا دیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ داڑھی تینوں طرف سے ایک مٹھی رکھنا واجب ہے اگر ایک طرف سے بھی ایک مٹھی سے چاول برابر کم یعنی ذرا سی بھی کم ہو گی تو ایسا کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

۲) ٹخنے کھلے رکھنا

پاجامہ، شلوار، لنگی، جبہ اور اوپر سے آنے والے ہر لباس سے ٹخنوں کو ڈھانپنا مردوں کے لیے حرام اور کبیرہ گناہ ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے:

مَا اَسْفَلَ مِنَ الْکَعْبَیْنِ مِنَ الْاِزَارِ فِی النَّارِ

ترجمہ: ازار (پاجامہ، لنگی، شلوار، کرتہ، عمامہ، چادر وغیرہ) سے ٹخنوں کا جو حصہ چھپے گا دوزخ میں جائے گا۔

معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ٹخنے چھپانا کبیرہ گناہ ہے کیوں کہ صغیرہ گناہ پر دوزخ کی وعید نہیں آتی۔

۳) نگاہوں کی حفاظت کرنا

اس معاملے میں آج کل عام غفلت ہے۔ بد نظری کو لوگ گناہ ہی نہیں سمجھتے حالاں کہ

نگاہوں کی حفاظت کا حکم اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں دیا ہے:

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِہِمْ

ترجمہ: اے نبی! آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی بعض نگاہوں کی حفاظت کریں۔

یعنی نا محرم لڑکیوں اور عورتوں کو نہ دیکھیں۔ اسی طرح بے داڑھی مونچھ والے لڑکوں کو نہ دیکھیں یا اگر داڑھی مونچھ آ بھی گئی ہے لیکن ان کی طرف میلان ہوتا ہے تو ان کی طرف بھی دیکھنا حرام ہے۔ غرض اس کا معیار یہ ہے کہ جن شکلوں کی طرف دیکھنے سے نفس کو حرام مزہ آئے ایسی شکلوں کی طرف دیکھنا حرام ہے۔ حفاظتِ نظر اتنی اہم چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ پاک میں عورتوں کو الگ حکم دیا یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِہِنَّ اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں، جبکہ نماز روزہ اور دوسرے احکام میں عورتوں کو الگ سے حکم نہیں دیا گیا بلکہ مردوں کو حکم دیا گیا اور عورتیں تابع ہونے کی حیثیت سے ان احکام میں شامل ہیں۔

اور بخاری شریف کی حدیث ہے:

زِنَا الْعَیْنِ النَّظَرُ

ترجمہ: آنکھوں کا زنا ہے نظر بازی۔

نظر باز اور زناکار اللہ کی ولایت کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتا جب تک کہ اس فعل سے سچی توبہ نہ کرے۔ اور مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے:

لَعَنَ اللہُ النَّاظِرَ وَالْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ لعنت فرمائے بد نظری کرنے والے پر
اور جو خود کو بد نظری کے لیے پیش کرے۔

پس ناظر اور منظور دونوں پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی بد دُعا فرمائی ہے۔ بزرگوں کی بد دعا سے ڈرنے والے سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے ڈریں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے صدقے ہی میں بزرگی ملتی ہے۔ لہٰذا اگر کسی حسین پر نظر پڑ جائے تو فوراً ہٹا لو ایک لمحہ کو اس پر نہ رُکنے دو۔ پس قرآنِ پاک کی مندرجہ بالا آیاتِ مبارکہ اور

احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں بد نظری کرنے والے کو تین بُرے القاب ملتے ہیں:

۱)... اللہ ورسول کا نافرمان ۲)... آنکھوں کا زناکار ۳)... ملعون

۴) قلب کی حفاظت کرنا

نظر کی حفاظت کے ساتھ دل کی بھی حفاظت ضروری ہے۔ بعض لوگ نگاہِ چشمی کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن نگاہِ قلبی کی حفاظت نہیں کرتے یعنی آنکھوں کی تو حفاظت کر لیتے ہیں لیکن دل کی نگاہ کی حفاظت نہیں کرتے اور دل میں حسین شکلوں کا خیال لاکر حرام مزہ لیتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ یہ بھی حرام ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھوں کی چوری کو
اور تمہارے دلوں کے رازوں کو خوب جانتا ہے۔

ماضی کے گناہوں کے خیالات کا آنا بُرا نہیں لانا بُرا ہے۔ اگر گندا خیال آجائے تو اس پر کوئی مؤاخذہ نہیں لیکن خیال آنے کے بعد اس میں مشغول ہو جانا یا پرانے گناہوں کو یاد کر کے اس سے مزہ لینا یا آیندہ گناہوں کی اسکیمیں بنانا یا حسینوں کا خیال دل میں لانا یہ سب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور ان حرام کاموں سے بچائیں جس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ تمام گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔

مذکورہ بالا اعمال پر توفیق کے لیے چار تسبیحات

مذکورہ بالا چار حرام کاموں سے بچنے کے لیے مندرجہ ذیل چار وظائف ہیں جن کے پڑھنے سے روح میں طاقت آئے گی اور جب روح طاقت ور ہو جائے گی تو گناہوں سے بچنا آسان ہو جائے گا۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) اَللہ اَللہ پڑھیں۔ ایک تسبیح (۱۰۰ بار) استغفار کی پڑھیں۔ ایک تسبیح دُرود شریف کی (۱۰۰ بار)۔
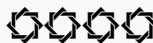
جس طرح ایمان کی دولت عطا ہونا کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہے اسی طرح مرتے دم تک ایمان پر قائم رہنا بھی اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نعمت ہے۔ اسی لیے صراط مستقیم وہ راستہ ہے جس کا ایک سرا دنیا میں اور دوسرا سرا جنت میں ہے۔ جس طرح مسلسل راستہ طے کرنے والا منزل تک پہنچ ہی جاتا ہے اسی طرح مرتے دم تک دین پر جمے رہنے والے کو بھی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے جنت عطا فرمادیتے ہیں۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ ''دین پر استقامت کا راز'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ دین پر استقامت کا راز اللہ والوں سے جڑے رہنے میں ہے۔ محض کتابوں سے رہنمائی حاصل کرنے والے گمراہی کے اندھیروں میں بھٹک سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانی کتابیں نازل فرمانے کے ساتھ ساتھ نبی بھی مبعوث فرمائے تاکہ امت سیدھی راہ سے گمراہ نہ ہوسکے۔

AW066